(73)

ہم بڑھیں گے کیونکہ ہم میں بڑھنے کی قابلیت ہے

(فرمودہ ۱۳؍ فروری ۱۹۲۰ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا کہ:۔

ہر ایک چیز اور ہر ایک کام کے لیے ایک وقت ہوتا ہے اور وہ اپنے وقت سے ادھر اُدھر نہیں ہو سکتا۔ انسان کے کمال تک پہنچنے کے لیے بھی ایک وقت ہوتا ہے۔ انسان کے جسمانی کمال کو اگر دیکھیں۔ تو بچہ رحم مادر میں ۹ یا گیارہ مہینہ میں کامل ہوتا ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ یہ کمال جو بچہ اتنی مدت میں حاصل کرتا ہے۔ بچہ کو تین چار مہینہ میں حاصل ہو جائے۔ تو یہ اس کی نادانی ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ بہت سے کاموں میں کوشش کو دخل ہوتا ہے۔ مگر کوشش کے لیے بھی خاص دائرے ہوتے ہیں۔ ان دائروں کے اندر ہی ترقی و تنزل ہو سکتے ہیں۔ ان کے باہر نہیں۔ پھر پیدائش کے بعد تکمیل عقل کا زمانہ آتا ہے۔ اس کے لیے بھی ایک وقت مقرر ہے جسمانی بناوٹ کے کمال کی طرح بلوغت کے حاصل ہونے کے لیے بھی ۱۲ سے ۱۶ سال تک کا زمانہ مختلف ممالک میں ہوتا ہے۔ اس میں یہ تو ہوتا ہے کہ ان ممالک میں جو زمانہ عقلی بلوغت کا ہو۔ اس میں کسی حد تک کمی یا زیادتی ہو جائے۔ مگر یہ نہیں کہ وہ نقشہ بالکل ہی بدل جائے۔ مثلاً جن ممالک میں ۱۲ سے ۱۵ سال تک بلوغت ہے۔ وہاں ۱۱ یا ۱۶ سال تو ہو سکتا ہے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ چھ سال میں یا بیس بائیس سال میں جا کر ہو۔ یا جس ملک میں ۱۲ سال ہے وہاں ۱۹ یا بیس یا بائیس تو ہو سکتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہ دس گیارہ برس میں ہی بلوغت حاصل ہو جائے۔

تو تکمیل کے لیے جو عرصہ ہے۔ اسی میں ایک چیز مکمل ہوگی اور کوشش کے یہ معنے ہیں۔ کہ اس عرصہ میں جو اس کی تکمیل کے لیے مقرر ہے۔ اور جو دائرہ اس کے لیے بنایا گیا ہے اس میں کچھ کمی واقع ہو جائے۔ اور یہی قانونِ قدرت ہے۔ ایک دائرہ اُردو کے لحاظ سے اختیار و جبر یا قدرت الٰہی کا بھی ہے کہ اس کے اندر ایک حد تک انسان مجبور بھی ہوتا ہے۔ مگر جن باتوں میں مجبور ہوتا ہے شریعت میں ان امور کے لیے کوئی سزا نہیں۔

پس جس طرح تکمیل خلق کا زمانہ ہے۔ اسی طرح تکمیل عقل کا بھی ایک زمانہ ہے جو چالیس سال تک چلتا ہے۔ اس میں ممکن ہے کہ ایک انسان چالیس سال کی عمر سے پہلے ہی تکمیل عقل حاصل کرلے۔ کیونکہ تکمیل عقل کا زمانہ بیس چھبیس تیس سے چلتا ہوا چالیس پر جاکر ختم ہوجاتا ہے، لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی ۱۳ یا ۱۴ برس کا بچہ تکمیل عقل کرے۔ ہر ایک تغیر کے لیے ایک نقطہ اور دائرہ ہوتا ہے اور اس نقطہ سے چل کر اس دائرہ کے اندر اندر تکمیل ہوجاتی ہے۔

پس جس طرح جسم کی تکمیل، عقل کی تکمیل اور دین کی تکمیل کے لیے ایک زمانہ ہوتا ہے۔ اسی طرح قوموں کی تکمیل کے لیے بھی ایک زمانہ ہوتا ہے۔ نادان اعتراض کرتا ہے کہ فلاں قوم یا فلاں جماعت کا تو یہ حال ہے کہ بہت تھوڑی سی اور کمزور ہے۔ وہ دُنیا میں کیا ترقی کرے گی۔ اور کس طرح دُنیا پر غالب آجائیگی، لیکن اس کی مثال وہی ہے کہ ایک زبردست پہلوان کی حالت نطفہ کی طرف اشارہ کرکے کوئی کہے۔ بھلا یہ ایک قطرہ کیا کرسکے گا۔ یا یہ کہے کہ کیا اس قطرہ سے ایسا انسان پیدا ہوسکتا ہے جو خدا سے باتیں کرسکے۔ پس جس طرح نطفہ کو دیکھ کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس سے پہلوان نہیں پیدا ہوگا۔ یا اس سے خدا کا مقرب انسان نہیں پیدا ہوگا۔ اسی طرح قوموں کی ابتدائی اور کمزوری کی حالت پر بھی یہ فتویٰ نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ دُنیا میں کیا تغیر پیدا کردینگی بلکہ قوموں کی ابتداء میں یہ دیکھنا چاہیئے کہ فلاں قوم میں نشوونما کی قابلیت ہے یا نہیں؟ مثلاً یہ کہ نطفہ جو بڑھتے بڑھتے ایک بوٹا چلتا انسان بن جاتا ہے۔ اور لاکھوں انسانوں پر حکومت کرنے لگتا ہے۔ وہ نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر چونکہ نطفے ضائع بھی ہوجاتے ہیں اور ہر نطفہ سے بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے اگر کوئی کہدے کہ نطفہ سے بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے اگر کوئی کہدے کہ نطفہ فضول چیز ہے۔ تو یہ اس کا استدلال باطل ہوگا۔ کیونکہ بے شک نطفے ضائع ہوتے ہیں۔ مگر سب نطفے تو ضائع نہیں ہوتے۔ اسی طرح جو اقوام دُنیا میں اٹھتی ہیں ان میں سے بہت سی مٹتی ہیں۔ مگر بہت سی بڑھتی بھی تو ہیں۔ پس دیکھنا یہ چاہیئے کہ آیا اس قوم میں بڑھنے اور ترقی کرنے کی قابلیت ہے یا نہیں؟ پس جس طرح نطفہ پر اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح قوم کی ابتدائی حالت پر بھی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ احمدی جن کی یہ کمزور حالت اور قلیل تعداد ہے یہ دنیا کو تو فتح کیا کرینگے۔ انہیں اپنا وجود ہی قائم رکھنا مشکل ہے۔ مگر ہم اس اعتراض کے جواب میں یہی کہیں گے کہ یہ اعتراض درست نہیں۔ کیونکہ ابتداء میں تمام بڑھنے والی اقوام کمزور ہوا کرتی ہیں۔ اسی طرح ہم بھی ہیں۔ ہاں ہم سے یہ ثبوت طلب کرو کہ آیا ہم میں ترقی کرنے اور نشوونما پانے کی قابلیت بھی ہے کہ نہیں۔ کیونکہ ہر ایک قوم جو دُنیا کی

اقوام پر غالب آئی ہے۔ وہ ابتداء میں کمزور ہی ہوتی ہے اور جنہوں نے ان بڑھنے والی اقوام کی ابتدائی حالت کی بناء پر فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ نہیں بڑھیں گی۔ انہوں نے غلطی کی۔ کیونکہ کسی چیز کو ابتداء میں حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس میں ترقی ونشوونما کی قابلیت موجود ہے یا نہیں۔ کوئی مذہب جو ابتداء میں کمزور ہو۔ اس کے متعلق یہ فیصلہ کرنا غلط ہے کہ یہ ترقی نہیں کریگا۔ کیونکہ اس وقت کمزور ہے بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس میں ترقی کی قابلیت رکھی گئی ہے یا نہیں۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ قابلیت ہے۔ مگر قابلیت ضائع بھی تو ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ ہر نطفہ بچہ نہیں بن سکتا۔ پھر بعض نطفوں میں بچہ بننے کی قابلیت تو ہوتی ہے۔ مگر رحم مادر میں نہیں ٹھہرتے یا ٹھہرتے ہیں۔ مگر گر جاتے ہیں یا تکمیل خلق سے پہلے پیدا ہو کر مر جاتے ہیں یا پیدا ہوتے ہیں مگر مجنون وکمزور۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا ہو۔ تو اعتراض ہوگا۔ مگر قبل از وقت اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اقوام کے متعلق بھی ہوتا ہے کہ ان پر اعتراض محض ان کی کمزوری کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ دیکھنا یہ چاہیئے کہ یہ قوم کس طریق پر اُٹھی ہے۔ اور کن سامانوں سے اُٹھی ہے۔ آیا وہ سامان بڑھنے والی قوموں کے مانند ہیں یا نہیں تمام بڑھنے والی قوموں کی یہی مثال ہوتی ہے۔ جو بچے کی ہوتی ہے۔ بچے کی تکمیل کے لیے چالیس سال ہیں۔ اسی طرح قوم کی تکمیل کے لیے ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ اگر اس عرصہ میں قوم کی ترقی نہ ہو۔ تو سمجھو کہ پیشگوئی جھوٹی ہوئی۔ پس ہم میں بڑھنے کی قابلیت ودیعت کی گئی ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اس لیے دشمن کا اعتراض باطل ہے کہ ہم اب تک بڑھ کیوں نہیں گئے۔ اور سب دُنیا پر غالب کیوں نہیں آگئے۔

اگر ہماری حالت کو دیکھا جائے۔ تو ہم میں وہ تمام قابلیتیں ہیں۔ جن کا ہونا بڑھنے والی قوموں کے لیے ضروری ہے۔ اگر اس قانون کے ماتحت دیکھا جائے۔ تو آج تک جن قوموں نے دُنیا میں ترقی کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو چھوڑ کر باقی کسی نبی کی قوم کو اتنے عرصہ میں وہ ترقی نہیں ملی۔ جو ہمیں ملی ہے۔ آنحضرت کے پاس اشاعت کا ذریعہ اور تھا۔ پس حضرت نبی کریم کی ترقی کو چھوڑ کر کسی نبی کی قوم نے اس سُرعت سے ترقی نہیں کی۔ جس سے ہم کر رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو قوم بنی۔ تاریخ سے ظاہر ہے کہ ان میں مومنین بہت تھوڑے سے تھے۔ تمام قوم محض ظلم فرعون سے بچنے کے لیے آپ کے ساتھ ہو گئی تھی۔ قرآن کریم وتورات سے بھی ظاہر ہے۔ پس حضرت موسیٰ سے ملنے والوں میں نبوت موسیٰ کے ماننے والے بہت تھوڑے سے تھے۔ اس لیے حضرت موسیٰ کی کامیابی نبی کریم کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ اور پھر حضرت مسیح موعود کے رنگ میں حضرت نبی کریم کی غلامی کے طفیل جو ترقی ہوئی۔ وہ

بھی حضرت موسیٰ کی ترقی سے بہت زیادہ ہے۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ کے ساتھیوں کی تعداد کے متعلق آتا ہے "وَهُمْ اُلُوْفٌ" (البقرۃ ۲۴۴) وہ ہزاروں تھے، لیکن ہم تو خدا کے فضل سے لاکھوں ہیں۔ لیکن جماعت کا بھی فرض ہے کہ خدا کے اس فضل کی قدر کرے۔ اور اپنے فرض کو محسوس کر کے اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرے۔ جب تک تبدیلی پیدا نہ ہوگی۔ محض دعویٰ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس وقت ہم اس بیج کی طرح ہیں۔ جو دُنیا میں خدا کی طرف سے آیا ہے۔ اس لیے ہمیں کام کرنا چاہیئے۔

پس ہم سب کے لیے ضروری ہے کہ چھوٹے بڑے تبدیلی کریں اور اپنے تئیں ان فضلوں اور انعاموں کے مستحق بنائیں۔ جن کے دروازے کُھل رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کا نام چند سالوں میں دُنیا میں پھیل گیا۔ اور دُنیا کا کوئی گوشہ نہیں۔ جہاں آپ کا نام نہ پہنچا ہو۔ اس بستی (قادیان) کو دیکھو۔ اور اس کی شہرت کو دیکھو۔ جو حضرت مسیح موعود کے ذریعہ اس کو حاصل ہوئی۔ ایک طرف امیر قومیں ہیں، لیکن ان تمام امیر قوموں پر خدا تعالیٰ نے ان غرباء کا رُعب ڈالدیا ہے۔ کجا قادیان کے رہنے والے اور سیالکوٹ اور ہوشیار پور وغیرہ کے زمیندار اور کجا ان کا لندن میں مسجد بنانا۔ یہ معمولی بات نہیں۔ اور نہ اس کو معمولی بات کہیں گے، اگرچہ ایک جگہ مسجد بنانا کوئی بڑی بات نہیں، لیکن بڑی اور غیر معمولی بات یہ ہے کہ ان غرباء کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ لندن میں مسجد بنائی جائے۔ کولمبس نے امریکہ کو دریافت کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ معمولی بات ہے ہم بھی کر سکتے ہیں۔ سمندر میں بیٹھ کر چلے گئے۔ ایک مقام مل گیا۔ اس میں کمال ہی کیا ہے۔ کولمبس کو جب یہ بات معلوم ہوئی۔ تو اس نے ان معترضین کی دعوت کی۔ اور ایک انڈا منگوا کر میز پر ان کے سامنے رکھدیا۔ اور کہا کہ اس کو سیدھا کھڑا کر دو۔ وہ اس کو نہ کھڑا کر سکے۔ تو اس نے کہا۔ لاؤ میں اس کو کھڑا کرتا ہوں۔ اس نے سُوئی سے انڈے میں سوراخ کر کے اس سے جو مادہ نکلا اس کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ اور کہا کہ جس طرح اب تم کو انڈا کھڑا کرنے کا موقع ملا۔ مگر تم کھڑا نہ کر سکے۔ اسی طرح اگر تم کو امریکہ کی تلاش کرنے کا موقع ملتا بھی۔ تو تم نہ کر سکتے۔ اور میں امریکہ میں گیا اور تم نہ گئے۔

پس درحقیقت لندن میں مسجد بنانے کی ابتدا کرنے کی جس نے جرأت کی۔ وہ ہماری جماعت ہی ہے اب اگر اور لوگ اس طرف لگ جائیں۔ تو کوئی بات نہیں۔ کیونکہ ابتداءً سہرا ہمارے ہی سر ہے۔ کیونکہ فضیلت اسی کو ہوتی ہے جس کے دل میں ایک خیال پہلے آئے۔ اور وہ اس پر عمل شروع کر دے۔ سینکڑوں سال سے لوگوں کے پاس اسلام تھا۔ مگر وہ تو اس کو چھپاتے تھے۔ اور اس کو ظاہر کرتے ہوئے ڈرتے تھے کہ اگر ہم نے ظاہر کیا تو لوگ کیا کہیں گے، لیکن مرزا صاحب ہی پہلے شخص تھے۔ جنہوں نے کہا کہ اسلام وہ تلوار

ہے۔جس کے ذریعہ ہم باطل کو کاٹ کر رکھ دینگے۔چنانچہ انہوں نے ایسا کرکے دکھا دیا۔پس اب اسلام کو دنیا کے سامنے نکالنا کچھ مشکل نہیں۔مشکل اس وقت تھا جس وقت لوگ ڈرتے تھے۔پس جس نے ابتدا۔کی فتح اسی کی طرف منسوب ہو گی۔اسلام کو چھپانے والوں کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی کہ اس نے دنیا میں اسلام کو پیش کیا اور منوا لیا۔

اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اشاعت اسلام کے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔امریکہ میں انشاء اللہ اس وقت ہمارا مبلغ پہنچ چکا ہو گا۔اسی طرح افریقہ،سیلون میں ترقی ہو رہی ہے۔جرمنی میں بھی اشاعت ہو رہی ہے۔ایک جرمن قونصل تھا۔جو ایام جنگ میں نظر بند ہو گیا تھا۔وہ پہلے سے مسلمان ہو چکا ہے۔وہ اپنے ملک میں کوشش کر رہا ہے۔روس کے لوگوں میں بھی اسلام ترقی پر ہے۔وہاں بھی بیج پڑ گیا ہے۔وہ لوگ ہم سے مبلغ مانگتے ہیں اور آج ولایت سے ایک اور بشارت آئی ہے کہ ایک اور ہندو بیرسٹر مسلمان ہوا ہے۔

وہ جو پیشگوئی تھی کہ سورج مغرب سے طلوع کرے گا[1] اس کے کمال کے ساتھ پورے ہونے کے دن آ رہے ہیں۔ہندو بھائی ہماری یہاں تو سنتے نہیں،لیکن وہاں پہنچ کر وہ اسلام کی طرف توجہ کرتے ہیں۔پہلے جو لوگ ہندوؤں میں سے مسلمان ہوتے وہ عام طور پر بچپن میں ہوتے۔مثلاً شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری (لاہوری) چھوٹی عمر میں مسلمان ہوئے۔ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی اے جالندھری یہ بھی بچے تھے۔لیکن اب حالت بدل چکی ہے۔پہلے مسٹر ساگر چند بیرسٹر مسلمان ہوئے۔اب خدا کے فضل سے ایک اور ہندو بیرسٹر مسلمان ہوئے ہیں۔اور ہندوؤں میں کلکی اوتار کی پیشگوئی تھی اور یہ نام حضرت اقدس کو دیا گیا تھا۔وہ اب پوری ہو رہی ہے۔پس ہمارے ہندو بھائی یہاں تو ہم سے باتیں سنتے نہیں۔مغرب میں ہی ہماری باتیں سن رہے ہیں۔اور انشاء اللہ امید ہے کہ اور بھی لوگ عنقریب مسلمان ہونگے۔

ہمارے لیے ایک رُوحانی تبدیلی کی ضرورت ہے۔مَیں دیکھتا ہوں کہ ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتے ہیں۔آپس میں کینہ رکھتے ہیں۔اور پھر مدتوں آپس میں نہیں بولتے۔اور جب ایک مجلس میں بیٹھتے بھی ہیں۔تو ایک دوسرے کی طرف پیٹھ کر لیتے ہیں۔اور ان کے دلوں سے محبّت نکل جاتی ہے لیکن تمہیں چاہیئے۔اپنے دلوں سے کینوں اور حسدوں کو نکال دو۔اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تمہارے قلوب میں آجائے تو وسعت اختیار کرو۔کیونکہ خدا غیر محدود ہے۔وہ محدود اور تنگ دلوں میں نہیں سما سکتا۔اور بلند ہمتی اور علو حوصلہ دین کے لیے پیدا کرو۔آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔اور محبت کرو۔بہت لوگ ہیں جو

---

[1] مسلم بروایت مشکوٰۃ کتاب الفتن باب العلامات بین یدی الساعۃ

دشمنوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں۔ مگر اپنے بھائیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے، لیکن جو شخص محض غیروں سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ وہ کامل اور مکمل نہیں۔ اور کامل اور مکمل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے بھائیوں سے بھی اچھا سلوک ہو۔ پس اپنی اصلاح کرو۔ اور خدا کے فضلوں کو دیکھو کہ کس طرح تمہارے لیے انکے دروازے کھولے گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراھیم :۸) کہ اگر تم شکر کروگے۔ تو میں تمہیں اور بڑھاؤں گا۔ یہ تمہارے لیے شکر کرنے کا موقع ہے۔

جب حضور دوسرے خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ میرا انشاء اللہ ارادہ ہے کہ عصر کی نماز کے بعد یہاں سے لاہور جانے کے لیے روانہ ہو جاؤں۔ میرے بعد انتظامی معاملات میں مولوی شیر علی صاحب امیر ہونگے۔ آپ لوگ ان کی اطاعت کریں۔ جن باتوں میں خلیفہ سے پوچھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کی اجازت کے بغیر نہ کریں اور امیر صلوٰۃ قاضی سید امیر حسین صاحب ہونگے۔ جو میری جگہ چھوٹی مسجد میں نماز پڑھایا کرینگے۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی کہ آپ جب باہر تشریف لے جاتے تو اپنی جگہ بعض دفعہ دو شخصوں کو علیحدہ علیحدہ مقرر فرماتے اور بعض دفعہ ایک ہی شخص کے سپرد دونوں کام کر دیتے۔ پس امیر منتظم مولوی شیر علی صاحب ہونگے۔ اور امیر صلوٰۃ قاضی صاحب۔ اب میں لاہور جاؤں گا۔ اور پھر جب خدا تعالیٰ چاہے گا دوستوں سے ملاقات ہوگی۔

پس میری یہ نصیحت ہے کہ آپس میں محبت سے رہو۔ سامنے بھی اور پیچھے بھی۔ اور اپنے تئیں خدا تعالیٰ کے فضلوں کے مستحق بناؤ۔ دیکھو کہ باوجود اس کے کہ ہمارے عمل نہیں مگر پھر بھی وہ ہمارے اوپر اپنے فضلوں کی بارش کر رہا ہے۔ ہم محتاج تھے۔ اس کو ہماری ضرورت نہیں۔ وہ ہمارا حاجت مند نہیں ہم اس کے حاجتمند ہیں اور اس کی ہر وقت مدد کے محتاج ہیں۔ اور اس کی مدد کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں۔ مگر وہ ہم سے کیسے سلوک کرتا ہے اور کس کس طرح ہم پر اپنے احسانوں کی بارش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم میں اپنا تقویٰ پیدا کرے اور ہمارے عیبوں کو ڈھانپے۔ آمین ؛

(الفضل ۴ رمارچ ۱۹۲۰ء)